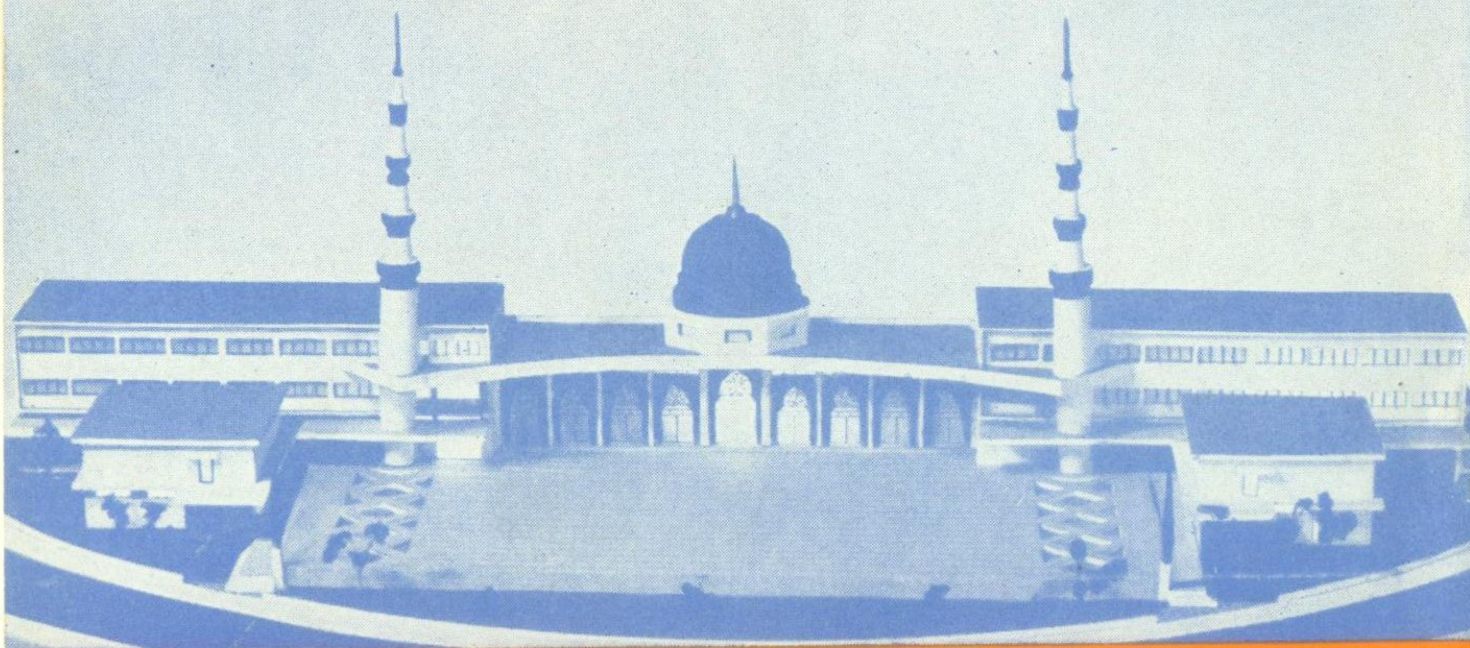
سلسلۂ مطبوعات یادگار مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری

قرآنِ حکیم کا عمرانی فلسفہ

سورۃ والعصر کی تفسیر

محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری



المرکز الاسلامی
عالمی جمعیت تبلیغِ اسلام، کراچی، پاکستان

قرآنِ حکیم کے

عمرانی فلسفہ پر ایک نظر

سورۂ والعصر کی عمرانی تفسیر

از

محمد فضل الرحمن انصاری القادری

صدر عالمی جمعیت تبلیغ اسلام

ناشر: المرکز الاسلامی

۳ ماسٹر ہاؤس۔ سمرسٹ اسٹریٹ کراچی ۳ ، پاکستان

قیمت ۵۰ پیسے

طبع اوّل

(مطبوعہ مشہور آفسٹ لیتھو پریس، کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآنِ حکیم کے عمرانی فلسفہ پر ایک نظر

عمرانی زمان و مکان☆ کے اعتبار سے

اور

دورِ حاضر کے عمرانی فلسفہ کی روشنی میں*

قال اللہ تعالیٰ :- والعصر ۔ ان الانسان لفی خسر ۔ الا الذین
اٰمنوا و عملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ۔

(قرآنِ حکیم :- سورہ ۱۰۳)

ترجمہ :- "قسم ہے زمانہ کی انسان بڑے خسارہ میں ہیں ۔ مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی فہمائش کیے رہے ۔"

یہ سورت جو قرآنی نہج بیان اور طرزِ استدلال کا ایک شاہکار ہے، مختلف متضمنات اور اعتبارات کی مناسبت سے ہمہ جہتی انداز سے قابلِ غور ہے ۔ اولاً

☆ SOCIAL TIME AND SOCIAL SPACE

* اس مضمون میں چونکہ دورِ حاضر کے عمرانی فلسفہ سے کام لیا گیا ہے اس لئے اسی فلسفہ کی

(باقی نوٹ اگلے صفحہ پر)

یہ کہ اس کے الفاظ اور آیات کے مختلف ٹکڑے منطقی ربط و موزونیت کے اعتبار سے دعوٰی[1]، ردّ دعوٰی[2] اور جواب دعوٰی[3] یا آخری تحلیل کے منطقی چوکھٹے[4] میں جڑے ہوئے ہیں۔ مثلاً خود کلمہ " والعصر" متذکرہ سہ گانہ عوامل کا حامل ہے، پھر یہ کہ اس لفظ کی توضیح میں جس ربط اور منطقی استدلال کے ساتھ آگے کے نصوص آتے ہیں وہ خود بھی متذکرہ سہ گانہ عوامل کے آئینہ دار ہیں۔

بظاہر کلمہ " والعصر" سے ذہنِ انسانی میں ایک قسم کا اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ خالقِ کائنات جو ہر شئے کا خالق ہے اور جو زمان و مکان کے خلق فرمانے اور مٹانے پر قادر ہے وہ کیوں زمانہ کی قسم کھاتا ہے۔ بات نہایت ہی سادہ اور فطرتِ انسانی کے مقتضیات کے حسبِ حال ہے۔ جب کسی چیز کی وقعت و عظمت بڑھانی مقصود ہو تو عام طور پر اس چیز کو کسی بڑی چیز کا سہارا دیا جاتا ہے تاکہ چھوٹی چیز بڑی چیز کی وجاہت اور نامزدگی سے وقیع اور پُر عظمت بن جائے۔

زمان و مکان میں جو بے حد و حساب حقیقتیں اور معنوی کیفیات پوشیدہ ہیں اُن کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ زمانہ کی قسم کھاتا ہے تاکہ ذہنِ انسانی میں یہ

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں اور چونکہ اُردو زبان بھی اس فلسفہ سے پوری طرح مانوس نہیں ہے اس لئے اصطلاحات کو اصل انگریزی الفاظ میں بھی ذیلی حاشیہ میں دیدیا گیا ہے تاکہ اصطلاحات کے مفہوم میں اگر التباس پیدا ہو تو وہ رفع ہوسکے۔

[1] THESIS [2] ANTI-THESIS [3] SYNTHESIS

[4] FRAMEWORK [1] [2] [3] [4] کے لئے ملاحظہ ہو:۔ فلسفۂ ہیگل۔

بات راسخ ہو جائے کہ زمان و مکان، مخلوق ہونے کے باوجود، اپنے معنوی اثرات کی بنا پر وقیع و اہم ہیں۔

زمان و مکان کی ماہیت و حقیقت پر انسانی زندگی کی صحیح صورت گری کا دار و مدار ہے۔ تاریخی اعتبار سے حضرت مسیح علیہ السّلام کے پیدا ہونے سے بھی بہت پہلے سے انسان کا ان دونوں حقیقتوں پر غور کرنا بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جب سے انسانی تہذیب کی ابتدا ہوئی تب ہی سے انسان ان دونوں کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش میں برابر مصروف رہا ہے[1]۔ غور و فکر کا سہارا لے کر اُس نے حتی المقدور ان میں معنوی ارتباط پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ کوششیں قرارِ واقعی شرمندۂ معنی نہ ہو سکیں۔

اصل بات یہ ہے کہ زمان و مکان کی حقیقتیں مادّی حقیقتوں کی طرح بدیہی نہیں۔ زمان و مکان اپنے ظاہر و باطن میں رموز و اسرار کے پردوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ایک ایسی رہبر قوت درکار ہے، جو حجابات کے پردے اٹھا کر ان دونوں کی ماہیت اور معنویت کو آشکارا

---

[1] ملاحظہ ہو:۔ ڈاڈس کی کتاب "اجتماع کے ابعاد" (DODDS: "DIMENSIONS OF SOCIETY") نیز:۔ لنڈبرگ کی کتاب "اجتماع کی بنیادیں" (LUNDBERG: "FOUNDATIONS OF SOCIETY")

کر دے ـ

اقوام عالم میں ہر قوم نے اپنی اپنی بضاعت اور صلاحیت ذہنی کے اعتبار سے ان دونوں کی ماہیت معنویت، علّتیت اور ماله وما علیه کو متعیّن کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ دورِ جدید کی انسانیات[1] اور کفویات[2] سے یہ بات ثابت ہو کہ باوجود توحش و بربریت، تمام وحشی اقوام بھی ان مسائل پر غور کرتی رہی ہیں[3]

جہاں تک ترقی یافتہ اور متمدن اقوام کا تعلق ہے، مابعد الطبیعاتی فلسفہ سے قطع نظر کرتے ہوئے، زمان و مکان کے متعلق تین نقاط نظر کا پتہ چلتا ہے

(۱) حسّی تصوّر[4] (۲) غیر حسّی تصوّر[5] (۳) انضمامی تصوّر[6]

---

[1] ANTHROPOLOGY [2] ETHNOLOGY : نسلیات

[3] ملاحظہ ہو: مالی نوسکی کی کتاب "ارتقاءِ اخلاق"

MALINOWSKI: "DEVELOPMENT OF MORALS"

نیز:- ہاب ہاوس کی کتاب "اخلاق اور ارتقاء"

HOBBHOUSE: "MORALS AND EVOLUTION"

نیز:- گولڈن وائزر کی کتاب "انسانیات: GOLDENWEISER (

"ALLGEMEINE ANTHROPOLOGIE")

[4] SENSATE [5] IDEATIONAL [6] INTEGRALIST

حسّی تصوّر یونانیوں اور رومیوں کے افکار میں پایا جاتا ہے اور یہی عصرِ حاضر کے رُجحان کا ماحصل ہے۔[1]

غیر حسّی تصوّر کا پتہ عام طور پر ہندو مت، بدھ مت، جین مت، یہودیت، زرتشتیت اور عیسائیت میں ملتا ہے[2]

تاریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فکرِ انسانی میں تصورات زمان و مکان کی یہ دو متصادم اور مخالف لہریں نزولِ قرآن حکیم تک چلتی رہیں[3]۔

---

[1] ملاحظہ ہو سوروکن کی کتاب "زمان و مکان اور علّیت" (TIME, SPACE AND CAUSALITY").

[2] ملاحظہ ہو رادھا کرشنن کی کتاب "عصری فلسفہ میں مذہب کے اثرات" (RADHAKRISHNAN : "REIGN OF RELIGION IN CONTEMPORARY PHILOSOPHY")

نیز۔ آروبندھو گھوش کی کتاب "ہندو فلسفہ کی تاریخ" (AUROBINDO GHOSH: "HISTORY OF HINDU PHILOSOPHY")

[3] سوروکن کی کتاب "زمان و مکان اور علّیت" (SOROKIN : "TIME, SPACE AND CAUSALITY")

اس فکر کے خلاصہ کے لئے ملاحظہ ہو۔ بارنس کی کتاب "تاریخ عمرانیات" (BARNES: "HISTORY OF SOCIOLOGY") میں انضمامی مکتبۂ فکر کا بیان۔ پروفیسر ٹیماشیف نے بھی اپنی کتاب "عمرانی نظریہ" ("SOCIAL THEORY") میں اس مکتبۂ فکر پر محرمانہ انداز میں بحث کی ہے۔

ایّام جاہلیت کے عرب بھی کم و بیش زمان و مکان کے متعلق اسی قسم کے متضاد خیالات کے حامی تھے۔ جرمن فاضل مُنک نے ان پر جو تحقیقاتی کام کیا ہے اُس میں وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ایّام جاہلیت کے زمان و مکان کے تصورات میں اُسی متصادم کیفیت کا اظہار ہوتا ہے جو بُت پرستوں اور مشرکین کے عقائد میں عام طور سے پائی جاتی رہی ہے[1]۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تصادم تصورات میں اُن کی غالب اکثریت حسّی تصور کے دام میں گرفتار تھی۔

مسئلہ ہذا کی تنقیح کے سلسلہ میں قرآن حکیم کے انضمامی (یا تکملی) اور معنوی تصور زمان و مکان کو سمجھنے کے لئے[2] ضروری تھا کہ طائرانہ طور پر وہ تبصرہ کیا جائے

---

[1] ملاحظہ ہو:- MÜNCK: "ALTEN ARABISCHEN GESISCHTE" LEIPZIG — 1901. انگریزی دان طبقہ مالینوسکی کی کتاب "سحر اخلاق اور سائنس" ("MAGIC, MORALS AND SCIENCE") سے استفادہ کرسکتا ہے۔ اس کتاب کا خلاصہ پروفیسر کیٹل نے اپنی ایک تالیف مسمّیٰ بہ "معاملاتِ انسانی" ("HUMAN AFFAIRS") میں دیا ہے۔ پروفیسر موصوف سے پیشتر اسی قسم کے خیالات میکس مولر نے اپنے "خطبات آکسفورڈ" ("GIFFORD LECTURES") میں ظاہر کیے ہیں۔

[2] دور جدید کے عمرانی افکار میں اولاً اس تصور کو میکس ویبر نے پیش کیا ہے اور اس کا اصطلاحی نام اُس نے "عمرانیات معنی" (SOCIOLOGIE DES BEDEUTUNG) (باقی نوٹ اگلے صفحہ پر)

جو ہم نے اُوپر کی سطور میں پیش کیا ہے۔

قرآن حکیم سابقہ اور متداول زمانی و مکانی تصورات کا حامی نہیں۔ اُس میں مختلف مقامات پر، زمان و مکان کے متعلق وقیع اشاروں کے علاوہ سورۂ والعصر میں یہ رہنمائی فرمائی گئی ہے کہ زمان و مکان دو حقیقتیں ہیں اور ان دونوں کی ایجابی حیثیتوں کو سمجھے بغیر زندگی میں معاشرتی نظاموں اور نظامہائے ثقافت و معتقدات کی صحیح صورت گری ممکن نہیں۔ اسی کے تحت قرآنِ حکیم قدیم فلسفیانہ تصورات زمان و مکان کی تردید کرتا ہے جن کا بیشتر حصہ خام خیالات کی جولانیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ط وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ۝ (سورۂ والنجم)

وَالْعَصْرِ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ زمان و مکان میں معاشرتی طبیعی،

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو میکس ویبر کی کتاب "WISSENFORMEN UND GESSELLSCHAFT") چونکہ یہ تصور نہایت اہم تھا اس لئے پروفیسر سوروکن اور پروفیسر گرورچ نے اور بھی اس کو آگے بڑھایا ہے۔ پروفیسر سوروکن کے یہاں یہی تصور "منطقی معنوی علّیت" (LOGICO-MEANINGFUL CAUSALITY) کی صورت میں پیش ہوا۔ گرورچ نے اس کو اپنی سطح و عمق کی عمرانیات میں پھیلاتے ہوئے اس تصور کو معاشرہ کے مسائل کے سمجھنے کی بنیادی علت اور بنیادی شرط قرار دیا ہے۔ جو منہاج اس استدلال سے معاشرتی مسائل کو سمجھنے کے لئے وہ تجویز کرتا ہے اس کا نام وہ خوردبینی (MICRO) اور دوربینی (MACRO) عمرانیات

(بقیہ نوٹ اگلے صفحہ پر)

ثقافتی، فلسفی، نفسی، مابعد الطبیعاتی اور روحانی حقیقتیں کام کرتی ہیں۔ زمان و مکان کی ان تمام حقیقتوں کو یکجائی اور مجموعی حیثیت میں سمجھنا حیات، واجبات حیات منشاء حیات اور قدور[۱] تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ازبس ضروری ہے[۲]۔ زمان و مکان کے تابع دنیا کی ہر چیز ہے۔ کائنات کی کوئی مخلوق انکی زد و اثر سے باہر نہیں ہے[۳]

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) قرار دیتا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "عمرانیات قانون"

("SOCIOLOGY OF LAW", Introduction, pp.1-70)

(۱ صفحہ گزشتہ) ملاحظہ ہو:- ہوفڈنگ کی "تاریخ فلسفہ جدید" (H. HÖFFDING :

"GESISCHTE DES MODERNE PHILOSOPHIE".

اردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ سے شائع ہو چکا ہے خصوصیت سے اسکی جلد اول ملاحظہ فرمائی جائے۔

[۱] یہاں قدور سے مراد عمرانیات کی اصطلاح VALUE ORIENTATION PATTERNS ہے۔ دور جدید کے معنوی (AXIOLOGICAL) فلسفہ کی رو سے زندگی کی حقیقتوں کو سمجھنے کے لئے ابوابی (CATEGORICAL) انداز میں زندگی کے اجزاء، توابع، نظام اور ذیلی نظام کا جداگانہ سمجھنا اور انکی معنویت کا متعین کرنا ضروری ہے اس کے بعد کل کی طرف رجوع کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ دور جدید کی عمرانیات اور نفسیات میں بھی مظاہر عمرانی و نفسی کی تحقیق کے لئے اسی قسم کے طریقۂ کار کو ضروری سمجھا جا رہا ہے ملاحظہ ہو لازارس فلڈ کی کتاب "تحقیق کی زبان" (LAZARSFELD: "LANGUAGE OF RESEARCH") اسی منہاج کی توضیح میں پروفیسر موصوف نے ایک جداگانہ مضمون

(بقیہ نوٹ اگلے صفحہ پر)

انسان کے سوا، جو ایک مخصوص دائرہ میں اختیار کا حامل بنایا گیا ہے، تمام چیزیں جبلی طور پر قانونِ قدرت میں بندھی ہوئی ہیں اور ان کی زندگی کے تمام پہلو ضابطوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کو اپنے احوال کی صورت گری کے واسطے درکار نہیں کہ زمانہ کے نشیب و فراز، زمانی اور مکانی علّتوں اور ان کے واجبات و مقتضیات کو سمجھیں۔ دورِ جدید کی نفسیات کے اس دعویٰ کی چنداں ہم

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) مختصر مگر سیر حاصل، مرٹن کی کتاب "SOCIOLOGY TODAY" میں METHODOLOGY کے عنوان سے شائع کیا ہے (ملاحظہ ہو اُس کتاب کا باب سوئم)

(ت صفحہ گزشتہ) یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآنی اور دورِ جدید کے معاشرتی تصور میں بنیادی فرق ہے۔ دورِ جدید کا معاشرتی تصور یک رُخا (MONISTIC) ہے اِس سے مراد صرف معاشرت ہے اس کے برخلاف قرآنِ حکیم کے معاشرتی تصور میں تمام مظاہرِ حیات کے علاوہ 'مابعد الطبیعاتی' رُوحانی اور لاہوتی متضمنات ایک تسلسل کُل کی حیثیت میں شامل ہیں اور قرآنِ حکیم کی رُو سے کوئی معاشرتی تصور ان سب کے اشتراک کے بغیر صحیح معاشرتی تصور نہیں کہلایا جا سکتا۔ دورِ جدید کا معاشرتی تصور جسم و رُوح کی دوئی پر مبنی ہے اس لئے اس تصور میں جسم کی معاشرتی علّتوں کو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن روح کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے

(ث صفحہ گزشتہ) دورِ جدید کی تقابلی نفسیات (COMPARATIVE PSYCHOLOGY) اور بالخصوص "کرداری" مکتبۂ نفسیات (BEHAVIORISM

تردید نہیں کرنا چاہیے کہ جانوروں میں بھی عقل ہوتی ہے۔ لائڈ مارگن LLOYD MORGAN کے اس نظریہ پر بحث بھی ہم اس مقام پر ضروری نہیں سمجھتے کہ جانوروں میں ایک خاص قسم کے امیال و عواطف احساسات و جذبات اور شعور کے ملکات ہوتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ پروفیسر موصوف اپنے اختبارات[۱] اور تجربات کے ذریعہ اس بات کا پتہ نہ چلا سکے کہ مختلف حیوان، خواہ رینگنے والے ہوں یا پستانیے[۲] سب کے سب سادہ عقل کے حامل ہیں اور یہ وہ عقل ہے جس میں حسبِ ذیل

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) کے ماہرین نے خصوصاً والٹس اور باولاف نے اس مسئلہ پر خصوصی توجہ مبذول کی ہے۔ نتیجۃً ترکی کے ایک ممتاز مسلم ماہر نفسیات ڈاکٹر مظفر شریف نے ان حقائق کی طرف توجہ کرتے ہوئے "نفسیاتِ نوامیس عمرانی" (PSYCHOLOGY OF SOCIAL NORMS) کے نام سے ایک خصوصی کتاب لکھی ہے جس میں اس مسئلہ پر بڑی فاضلانہ بحث کی ہے۔

[۱] EXPERIMENTATION [۲] MAMMALS

[۳] ملاحظہ ہو:۔ گولڈن وائزر کی کتاب "حیاتیات" (GOLDENWEISER: ALGEMEINE BIOLOGIE")۔ اس کتاب کا انگریزی زبان میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اسی قسم کے فکر کی جھلک دورِ جدید کے ماہرینِ انسانیات، مثلاً لنٹن چیز اور بالخصوص کرو وبر میں بھی پائی جاتی ہے۔

جانوروں کے زمان و مکان کے تصورات اور مدرکات کے سلسلہ میں ابھی تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے، ان مسائل کو دورِ جدید کی حیاتیات میں بھی معرض بحث میں لایا جا رہا ہے۔

عوامل کا فقدان ہے :-

(۱) استقرائی و استخراجی عقل (۲) ایجاب، ارتکاز اور انتقال کا مادہ۔

جہاں تک انسانی عقل کا تعلق ہے، وہ استقرائی بھی ہے، استخراجی بھی ہے اور اس میں اور بھی بہت سی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں جن پر اسلامی فکر بھی دلالت کرتا ہے اور دورِ جدید کے ماہرینِ نفسیات بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور نخزمآ (PROTOPLASM) کی وجہ سے حیاتیاتی اور عقلی دونوں نقاطِ نظر سے انسان میں مذکورہ بالا صلاحیتیں یعنی ایجاب، ارتکاز اور مادۂ انتقال بھی موجود ہیں۔ وہ کسی کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد اس میں یہ صلاحیت ہے کہ اپنی قسم کے کسی اور انسان کی پیدائش کی علّت بنے۔ اس لئے وہ مخلوق بھی ہے اور "خالق" بھی۔ جانوروں میں تخلیق کا جذبہ ہے لیکن یہ جذبہ موجود نہیں کہ وہ اپنی

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) لیکن یہ ساری کاوشیں ابھی تک فیصلہ کن صورت اختیار نہ کر سکیں۔ یوں تو اس موضوع پر بہت سی کتابیں ہیں۔ لیکن یکجائی اور مجموعی حیثیت میں دو قابل حصول کتابیں ذکر کی جاتی ہیں: ٹائمز آف انڈیا کی مطبوعہ کتاب "عجائبات دنیا" (WONDERS OF THE WORLD) اور "علم جدید کا خاکہ" (OUTLINES OF MODERN KNOWLEDGE).

پروفیسر وُلف گانگ کوہلر نے اپنی کتاب "بندروں کی ذہنیت" (MENTALITY OF THE APES) میں بندروں کے سلسلہ میں اس مسئلہ پر بہت سیر حاصل اور دقیق بحث کی ہے۔

خلّاقی" پر فخر و مباہات بھی کر سکیں۔ ایک جانور اپنی نوع کا بچہ پیدا کر کے نمونہ تو پیدا کر سکتا ہے لیکن انسان کی طرح، بقول میکڈوگل[۱]، نمونۂ مثل[۲] نہیں پیدا کر سکتا۔ بنا برآں جانور حیاتی اور نفسی دونوں اعتبارات سے اجتماعی توارثات کے حامل نہیں ہو سکتے اور یہ خصوصیت اور عزّ و شرف انسان ہی کو حاصل ہے[۳]۔ اسی بنیاد

---

[۱] ملاحظہ ہو:- MCDOUGALL: "SOCIAL PSYCHOLOGY"
اردو ترجمہ از جامعہ عثمانیہ بعنوان "معاشرتی نفسیات"۔

[۲] MODEL PERSONALITY

[۳] ملاحظہ ہو:- گراہم ویلیس کی کتاب: "ہمارے اجتماعی توارثات"۔
GRAHAM WALLACE: "OUR SOCIAL HERITAGE".

انسانِ اوّل یعنی آدم علیہ السلام کی پیدائش پر علامہ اقبالؒ کے حسب ذیل اشعار نہایت بصیرت افروز ہیں:-

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد	حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد
فطرت آشفت کہ از خاکِ جہانِ مجبور	خودگرے، خودشکنے، خودنگرے پیدا شد
خبرے رفت ز گردوں بہ شبستانِ ازل	حذر اے پردگیاں پردہ درے پیدا شد
آرزو بے خبر از خویش بآغوشِ حیات	چشم وا کرد و جہانِ دگرے پیدا شد
زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر	تا ازیں گنبدِ دیرینہ درے پیدا شد

×

پر وہ علم کا بھی خالق ہے اور کلچر کا بھی۔ اُس کی ذات، اُس کے علم، اُس کے توارثات (خواہ وہ حیاتیاتی ہوں یا نفسیاتی) اور اس کی ثقافت میں ماضی، حال اور مستقبل تسلسل کے تمام مربوط و منسلک ہیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر وہ کائناتِ عالم میں حکمران بنا کر پیدا کیا گیا ہے اور کائنات کی تقدیر یہ ہے کہ انسان اُس کے ہر ذرہ کو مسخر کرے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خَلِیفَةُ اللهِ فِی الْأَرْض ہے اور اس کی ذمہ داریاں دقیق و شدید ہیں۔

یہ ہے وہ حقیقت جس کی بنا پر قرآن حکیم کہتا ہے کہ زمانہ میں اگر کوئی مخلوق مشکلات اور صعوبتوں میں پھنسی ہوئی ہے تو وہ انسان ہے۔ کائنات کا مسخر کرنا، کائنات کے پیدا فرمانے والے کا عرفان حاصل کرنا، زمان و مکان کے روح و مزاج سے آشنا ہونا، اور پھر اپنے احوال و کیفیات میں تبدیلی و توازن پیدا کرنا، مصائب کی وہ شقیں ہیں جن کی صعوبتوں کا احساس انسان کو کپکپا دینے کے لئے کافی ہے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ زمان و مکان کی بعض بدیہی حقیقتیں ہیں جن کا سمجھنا زندگی کی صحیح صورت گری کے لئے ازبس ضروری ہے اور وہ حسبِ ذیل ہیں:-

۱۔ زمان و مکان کی طبعی حقیقت۔ سائنس دان کو اسی حقیقت سے سروکار ہے[1]۔

---

[1] ملاحظہ ہو۔ وائٹ ہیڈ کی "طبعی کائنات" (WHITEHEAD: "PHYSICAL UNIVERSE".)

۲- زمان و مکان کی معاشرتی، ثقافتی حقیقتیں۔

۳- زمان و مکان کی نفسی حقیقتیں۔

۴- زمان و مکان کی رُوحانی، مابعد الطبیعاتی اور لاہوتی حقیقتیں۔[1]

جہاں تک زمان و مکان کی معاشرتی و ثقافتی حقیقتوں کا تعلق ہے دورِ جدید کی عمرانیات کی توجہ ان کی طرف اب مبذول ہوئی ہے چنانچہ "عمرانیاتِ عام" کے ماہرین زمان و مکان کو "عمرانی حقیقت" (SOCISL REALITY)

---

[1] الگزینڈر نے اپنی کتاب "مکان، زمان اور خدا" ("SPACE, TIME AND DEITY") میں صرف زمان و مکان کی فطری علتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خدا کے تصور کی وضاحت کی ہے اور اُن متضمنات کی جن کی ہم نے صراحت کی ہے کوئی توجیہہ پیش نہ کر سکا۔ اس لئے اُس کی بحث مبہم اور ژولیدہ بن کر رہ گئی ہے۔ اُس کی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد خدا کا ایک مادی تصور قائم ہوتا ہے اور یہ تصور کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ڈاکٹر شین نے اپنی کتاب "فلسفۂ مذہب" ("PHILOSOPHY OF RELIGION") میں منجملہ اور باتوں کے خدا کے اس مادی تصور کو عیسائیت کے نقطۂ نظر سے غلط ٹھہرایا ہے ڈاکٹر شین کے بہت سے دلائل نہایت معقول ہیں۔ لیکن عیسائیت کا تصورِ خدا خود مجروح ہے۔ دراصل انسانی فکر کی اعلیٰ ترین بلندیوں سے بھی بلند تر اور صحتِ قطعی اور جامعیتِ تمام کا حامل جو تصورِ خدا ہے وہ صرف قرآنِ حکیم نے پیش کیا ہے۔ دورِ جدید میں فلسفہ کے میدان میں تصورِ خدا کے سلسلہ میں جو مباحث

(بقیہ نوٹ اگلے صفحہ پر)

کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن دورِ جدید کا یہ انکشاف مسلم مفکّرین کے لئے نیا نہیں۔ ہمارے متکلمین، فقہا، اور حکما اس سے واقف تھے اور وہی نہیں بلکہ عامی مسلمان بھی اس کا تصور رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام کی تمام عبادات وقت کے صحیح تعیّن سے ادا کی جاتی ہیں۔ مسلم مفکرین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی ؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اس موضوع پر خصوصی بحث فرمائی ہے اور وہ بحث اس قدر مہتم بالشان ہے کہ جب اس کا مقابلہ پروفیسر سوروکن کے عمرانی زمان اور عمرانی مکان سے کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر موصوف کا اشہب فکر قدم قدم پر ٹھوکریں کھا رہا ہے اور وہ ابھی حقیقت کو پوری طرح نہیں پا سکے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ صوفیاء کرام کے فکر میں بھی زمان و مکان کی حقیقتوں سے پوری طرح آگاہی پائی جاتی ہے۔ مشہور معاند اسلام مستشرق نکلسن تک نے اپنے ایک مضمون میں جو "اسلامی تصوف" کے عنوان پر لکھا ہے [1] اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ یہاں منجملہ دیگر صوفیاء کرام کے قارئین کی توجہ حضرت داتا گنج بخش ؒ کی شہرۂ آفاق کتاب

(باقی نوٹ صفحہ گزشتہ) ظہور پذیر ہوئے ہیں، اور مغربی ذہن جس کاوش کے ساتھ مصروفِ جستجوئے حق ہے اس کا تقاضا ہے کہ اسلام کے پیش کردہ تصورِ خدا کو مغربی فکر کی روشنی میں اعلیٰ ترین مقامِ علم و فکر سے بیان کیا جائے اس سلسلہ میں اپنی حقیر بساطِ علمی کے مطابق انشاء اللہ تعالےٰ کسی دوسری فرصت میں عرض کیا جائے گا اور علوم عمرانی اور فلسفہ پر محاکمہ کرتے ہوئے

(باقی نوٹ اگلے صفحہ پر)

"کشف المحجوب" کی طرف مبذول کرانا کافی ہوگا۔

اب رہیں زمان و مکان کی نفسی حقیقتیں، تو یہ بھی مسلمانوں کے لئے ایک عام بات ہے۔ اس کا ثبوت نماز کے اوقات میں نمازی کے افعال و اعمال اور حرکات و سکنات سے ہوتا ہے۔ ائمہ کرام میں سے حجۃ الاسلام امام الغزالیؒ نے احیاء العلوم میں نفسی حقیقتوں کی وضاحت فرمائی ہے۔ زمان و مکان کی نفسی حقیقتوں کا اعتراف دورِ جدید کی نفسیات کا ایک اہم اعتراف ہے لیکن اس اعتراف میں معنی تک عدم رسائی کی بناء پر اس کے اعترافِ شکست کو بھی صاف دیکھا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم کے نزول سے قبل انسان کی تاریخ میں کوئی ایسی کتاب اور کوئی ایسا فکر نہیں ملتا جس نے زمان و مکان کی معاشرتی حقیقتوں پر انسان کی توجہ مبذول کرائی ہو اور قرآنِ حکیم نے محض یہی نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ کو بھی صاف کر دیا کہ زمان و مکان کی حقیقتوں کے سمجھنے ہی سے انسان اپنی اور اپنے معاشرہ اور ثقافت کی معنوی صورت گری کر سکتا ہے اور روح زمانہ کے

(باقی نوٹ صفحہ گزشتہ) قرآنِ حکیم کے موقف کو پیش کیا جائے گا۔

(۱؎ صفحہ گزشتہ) NICHOLSON: "MYSTICISM IN ISLAM".

۱؎ دورِ جدید کے علماء عمرانیات نے روحِ زمانہ پر اپنی تحقیقات کا آغاز اب کیا ہے۔ میکس شیلر نے اپنے نظریہ "ہیئت، سیاق اور معنی" (FORM, CONTENT AND MEANING)

(باقی اگلے صفحہ پر)

اُتار چڑھاؤ میں تمام مشکلات پر بِحَولِ اللہِ وَنُصرَتِہٖ قابو پاکر اپنی عظمت کو باقی رکھ سکتا ہے۔

زمان و مکان کے تیز دھارے میں اور زمان و مکان کے ہر مدّ و جزر میں جو چیز انسان کو مصیبتوں سے بچا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ نظامِ معنی اور حق پر قائم رہے جیسا کہ سورہ "والعصر" میں "الَّذِیْنَ آمَنُوا" اور "تَوَاصَوا بِالحَقِّ" سے واضح کیا گیا اور انہی کی اساس پر ہر کروٹ میں زمانہ کے ساتھ موافقت پیدا کرتا رہا ہے اور کوشش یہ کرے کہ حتی الوسع زمانہ کی رُوح اور زمانہ کی کروٹوں

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) میں رُوح کے متعلق بڑی وضاحت سے بحث کی ہے چنانچہ وہ تاریخ کے ہر دور کی ایک روح کو تسلیم کرتا ہے اس نے اس تصور کے پیش کرنے میں جو موشگافیاں کی ہیں اُن کی صحت اور عدمِ صحت پر اُس کے ہموطن کارل مانہائم نے شاندار محاکمہ اور تبصرہ کیا ہے ملاحظہ ہو اس کی کتاب "مقالاتِ عمرانیات" ("ESSAYS ON SOCIOLOGY") میکس شیلر کی اپنی کتاب کا جرمن نام ("WISSENFORMEN UND GESELSCHAFT") ہے۔ پروفیسر ایبل، بارنس اور سوروکن نے شیلر کے خیالات پر بعض خصوصی تنقیحات کے ساتھ قابلِ قدر تنقیدیں کی ہیں جن کو اس موضوع پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ علی الترتیب اُن کی کتابوں کے نام حسبِ ذیل ہیں:۔

ABEL: "SYSTEMATIC SOCIOLOGY IN GERMANY".

(باقی اگلے صفحہ پر)

میں خود زمانہ کو قرآنی نظامِ معنی کا آئینہ دار بنائے۔ زمانہ سے موافقت پیدا کرنے کے معنی زمانہ میں فنا ہونے کے نہیں۔[1] بلکہ زمانہ کو نظامِ معنی کے تابع بنانے سے زمانہ پر انسان کا تفوق ہی صرف قائم نہ ہوگا بلکہ تسخیر کے صحیح عمل کے واجبات بھی پورے ہونگے۔

زمانہ کے اثرات غالب ہوتے ہیں اس لئے قومیں زمانہ کے دباؤ کے تحت دب کر ہمیشہ اپنے نظامِ معنی سے منحرف ہوتی رہی ہیں۔ نظامِ معنی کا سب سے اہم جزو ایمان ہے۔ سورہ والعصر میں اسی لئے ایمان کو سب سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ نظامِ معنی پر قائم رہنا بھی مشکل کام ہے۔ چہ جائیکہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ زمانہ کی ہر کروٹ کے موقع پر قائم رہنا۔ بنابراں قرآن حکیم سورہ والعصر کے آخری حصہ میں صبر و استقامت کی تاکید فرماتا ہے (وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) رَبَّنَا ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) BARNES: "HISTORY OF SOCIOLOGY": Chapter on: Sociology in Germanic Countries.

SOROKIN: "CONTEMPORARY SOCIOLOGICAL THEORIES".

[1] علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

حدیث بے خبراں ہے تو با زمانہ بساز　　زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ ستیز

نظامِ معنی، حق اور ایمان محض زبان سے قبول کئے جانے کی چیزیں نہیں بلکہ اُن پر یقین کامل کا ثبوت عمل کی صورت میں دینا پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر زندگی میں نظام معنی اور حق عملاً اثر انداز نہ ہوں اور ان کی اساس پر انسانی شخصیت، معاشرہ اور ثقافت نہ ڈھلے تو انسان ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی معاشرت مٹ جاتی ہے۔ اس لئے قرآن ہر مقام پر ایمان کے ساتھ عمل صالح پر زور دیتا ہے۔

زمان و مکان کی ان حقیقتوں کو سمجھ کر جب تک مُسلمان قرآنی نظامِ معنی پر ایمان و عمل کا ثبوت دیتے رہے اُن کو ترقی نصیب ہوتی رہی اور جب سے انھوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا انہیں اقوامِ عالم کے مقابلہ میں علمی اور سائنسی میدانوں میں سربلندی حاصل نہیں رہی اور وہ سیاسی حیثیت سے دب گئے۔

کائنات کی طرح زمانہ بھی تسخیر کا محتاج ہے۔ زمانہ اور کائنات کی تسخیر کے بغیر انسان اپنی منزل کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ خُدا تک رسائی کے لئے یہ عمل لازمی عمل ہے۔

نزولِ قرآنِ حکیم کے بعد سے زمان و مکان کے عمرانی تصور پر دورِ جدید کے علماء یورپ و امریکہ کی توجہ اب مبذول ہوئی ہے۔ چنانچہ دورِ جدید کے علومِ عمرانی، بالخصوص عمرانیات اور نفسیات میں، زمان و مکان کے معاشرتی تصوّر کو بڑے سیر حاصل انداز میں پیش کیا جا رہا ہے اور مطالعہ کیا جا رہا

ہے کہ عصرِ حاضر کے معاشرے زمان و مکان کی معاشرتی قوتوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان قوتوں کے زیرِ اثر اپنی زندگی کی تشکیل اور باز تشکیل کرتے ہیں اس حد تک اُن کی گفتگو کی صحت سے ہمیں انکار نہیں لیکن معاشرتی قوتوں کا تجزیہ کیا جائے تو اُن میں جو معنوی اور رُوحانی قوتیں پوشیدہ ہیں اُن کو سمجھے بغیر اگر معاشرتی قوتوں پر اکتفا کیا جائے گا تو انسان کو قرار واقعی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ معاشرتی قوتوں کی کُنہ اور علّت اولیٰ حق و ایمان ہے اور حق و ایمان صرف وہ ہیں جو قرآنِ حکیم پیش کرتا ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ قرآنِ حکیم کے پیش کردہ حق و ایمان کی اساس پر اگر نوعِ انسان کی معاشرتی زندگی ڈھلے تو انسان صحیح معاشرت بھی بنا سکے گا اور صحیح ثقافت بھی۔ ورنہ معنی کو چھوڑ کر سطحی معاشرتی حقیقتوں پر صورت گری سے بجائے حرکت اور ترقی کے انسان کو رجعت قہقری نصیب ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو "فرقان" سے نوازا ہے (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ) دینِ کامل عطا فرمایا ہے (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا) اور تمام دُنیا کی ہدایت کا کام سپرد کیا ہے (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

---

[1] قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى (قرآنِ حکیم سورۃ البقرہ)

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰہِ ط) یہی نہیں بلکہ قرآن حکیم میں تمام ادیان اور نظامہائے فکر کے نام ایک چیلنج پیش کیا گیا ہے اور اس کا حامل مسلمانوں کو بنایا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے کہ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۔ اس چیلنج کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اَلْکِتَاب وَالسُّنَّہ کے ساتھ اَلْحِکْمَہ کو بھی اس کا صحیح مقام عطا فرمایا گیا ہے مگر انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ہم آج انتشار فکر و عمل میں بری طرح مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس کا سبب منجملہ دیگر اسباب کے، وہ فکری جمود ہے جو صدیوں سے ہم پر مسلط ہے۔ الحکمۃ کے میدان میں ہم نے اپنے اسلاف کی کاوشوں کو جاری نہ رکھا اور آج اس میدان کے ٹھیکیدار عملاً مغربی مفکرین بن گئے ہیں مگر چونکہ ان کے پاس "فرقان" نہیں اس لئے ان کا فکر، باوجود ضوابطِ علمی کے، بے مہار ہے۔ وہ روحانی اعتبار سے مفلس ہیں اس لئے ان کے صحیح افکار بھی دنیا کو تازگی نہیں بخش سکتے۔ مگر ان کی علمی وجاہت اور مادی شوکت و سطوت نے بہرحال ان کو دنیا کی قیادت کا حامل بنادیا ہے۔ انکی اس قیادت نے ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے بیشتر افراد کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر کے ذہنی غلامی میں گرفتار کر دیا ہے اور امت میں تفرنج اور تجدد کے فتنے پوری قوت سے پھیل رہے ہیں۔

اس طرح ہم علمی دنیا میں انسانیت کی قیادت تو کیا کرتے خود ہی یا تو علمی قدامت پسندی اور فکری جمود میں گرفتار ہیں یا مغرب کی ذہنی غلامی کا شکار ہیں۔ لاریب علمی جمود اور "مغربیت" دونوں ہمارے لئے بڑے فتنے بن گئے ہیں۔ اور ان میں مغربیت

متحرک فتنہ ہے جس کا پوری قوت سے مقابلہ ہمارا دینی فریضہ ہے۔

ضرورت ہے کہ جس طرح ہمارے اسلاف صالحین ؒ نے یونانی، ایرانی اور ہندی فلسفیوں کے غلط نظریات کے مقابلہ کے لئے ان کے افکار پر ماہرانہ عبور حاصل کیا تھا۔ ان کی صحیح معلوم ہونے والی باتوں کو لیا تھا۔ اور غلط تعلیمات کا اپنے ضابطہ ہائے فکر مرتب کر کے مقابلہ کیا تھا اس دور کے علماء اسلام بھی مغربی علوم و افکار پر عبور حاصل کریں اور "الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدھا فھو احق بھا" اور "خذ ما صفا دع ما کدر" کے اصولوں پر گامزن ہوتے ہوئے اور ہدایت ربانی کی کسوٹی پر تمام علمی انکشافات کو جانچتے ہوئے صحیح معلوم ہونے والے انکشافات کی روشنی میں اسلام کے نظام معنی کو مدون فرمائیں۔ اور اس طرح علمی دنیا میں اسلام کی قیادت کو دوبارہ قائم کر دیں۔

جب تک یہ کام صحیح اور وسیع پیمانہ پر مستند اور صحیح العقیدہ علماء اسلام کی جانب سے انجام نہ پائے گا عالم انسانیت اور خود دنیائے اسلام کے لئے حقیقی فوز و فلاح کی صورت معلوم نہیں ہوتی (موجودہ افسوسناک صورت تو یہ ہے کہ قدیم علم الکلام کے ماہرین بھی آج علماء اسلام کی صفوں میں شاذ ہی ملتے ہیں) زمانہ چیخ چیخ کر جھنجوڑ جھنجوڑ کر علماء اسلام کو دعوت دے رہا ہے:

از خوابِ گراں، خوابِ گراں، خوابِ گراں خیز، معمار جہاں خیز!

وما علینا الا البلاغ

المرکز الاسلامی

ایک تعلیمی، ثقافتی، رفاہی ادارہ

مقاصد:

- ایسے صاحبانِ بصیرت و کردار علماءِ دین تیار کرنا جو دینی علوم اور افکارِ حاضرہ کے جامع بنکر اور اسلافِ صالحین کے نقش قدم پر چل کر دورِ حاضر کے تقاضوں کی روشنی میں اسلام کی ہدایت کو اطراف و اکنافِ عالم میں اور مشرقی اور مغربی زبانوں میں پیش کرسکیں اس مقصد کیلئے جامعة العلیمیة الاسلامیة قائم کیا گیا ہے۔
- دورِ حاضر کے فلسفہ، سائنسی علوم اور عمرانی علوم کی جانب سے جو نئے مسائل اُفقِ انسانیت پر اُبھرے ہیں ان کو کتاب و سنّت اور افکارِ اسلافِ صالحین کی روشنی میں حل کرنا، اور بصورتِ مطبوعات نشر کرنا۔ اس مقصد کیلئے دار التحقیق والنشر الاسلامی قائم کیا گیا ہے۔ نیز ایک ماہانہ جریدہ بنام "منزل" کا اجراء مقصود ہے۔
- جدید تعلیم کا ایک ایسا ہائی اسکول قائم کرنا جہاں مسلمان بچوں میں صحیح اسلامی فکر و عمل پیدا کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں ایک پرائمری اسکول کی ابتدا درپیش ہے۔
- ایک رفاہی شفاخانہ قائم کرنا، نیز دماغی اور دوسرے بنیادی پیچیدہ امراض کے ماہرین کے تحت ایک مشاورتی مرکزِ صحت قائم کرنا۔ اس سلسلہ میں مساعی جاری ہیں۔
- خواتین کے لئے ایک صنعت گاہ (Industrial Home) قائم کرنا۔
- نوجوانوں کی تربیتِ خدمتِ خلق کے لئے ایک مرکز اور تنظیم قائم کرنا۔

المرکز الاسلامی

کی

بلند پایہ دینی مطبوعات

قیمت

۱- جہان مؤمنان مشک فام ———— دو روپیہ

مُصنّفہ : جناب احمد عبد اللہ المسدوسی

افریقہ میں اسلام کی دینی تاریخ پر محققانہ تبصرہ۔ اپنے موضوع پر دُنیا میں پہلی کتاب۔

۲- قرآن حکیم کا عمرانی فلسفہ ———— ۵۰ پیسہ

مُصنّفہ : مولانا محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری

سُورۂ والعصر کی عمرانی تفسیر اور عمرانی زمان و مکان کے اسلامی تصوّر پر محققانہ تبصرہ جدید عمرانیات کی روشنی میں۔

۳- اسلام اور مارکس ازم ———— ۵۰ پیسہ

مُصنّفہ : مولانا محمد فضل الرحمٰن انصاری القادری

اسلام کی جانب سے کمیونزم کے چیلنج کا جواب۔ ایک عالمانہ پیشکش۔

۴- انسانیّت اور مذہب ———— ۵۰ پیسہ

مُصنّفہ : پروفیسر فروغ علوی

اس میں عالمانہ انداز میں ثابت کیا گیا ہے کہ انسانیت کے قیام و استحکام کا دارومدار مذہب پر ہے

۵- اسلام، سائنس اور نفسیات ———— ۵۰ پیسہ

مُصنّفہ : پروفیسر فروغ علوی

اسلام کی صداقت پر سائنس اور نفسیات کی روشنی میں بلند پایہ تبصرہ۔

مشہور پریس کراچی

ALEEMIYAH MEMORIAL SERIES:

WHY RELIGION— *S. Z. Hasan.*

PRINCIPLES OF ISLAM—*M.A.A.Siddiqui.*

QUEST FOR TRUE HAPPINESS—*M.A.A. Siddiqui.*

ISLAM VERSUS MARXISM—*F.R. Ansari.*

WHAT IS ISLAM—*F.R. Ansari.*

ISLAM AND CHRISTIANITY IN THE MODERN WORLD—*F.A. Ansari.*

SHAVIAN AND THEOLOGIAN—*An Illuminating Discussion of Islam between G. B. Shaw and M.A.A. Siddiqui.*

SCIENCE AND GOD—*S. Shamim Ahmad.*

SCIENTIFIC RELIGION OR REVERENT SCIENCE —*Maria Levinskaya.*

THROUGH SCIENCE AND PHILOSOPHY TO RELIGION—*F.R. Ansari*

THE MYTH OF THE CRUCIFIED SAVIOUR—*W.J. Sheard.*

WHO FOUNDED CHRISTIANITY: JESUS OR JEWRY ?—*W.J. Sheard.*

THE FORGOTTEN PATH OF KNOWLEDGE—*M.A.A. Siddiqui.*

FOUNDATIONS OF FAITH—*F.R. Ansari.*

ISLAM AND WESTERN CIVILISATION—*F.R. Ansari.*

BEYOND DEATH—*F.R. Ansari.*

WOMAN UNDER ISLAM—*F.R. Ansari.*

ETC. ETC. ETC.